اورینٹل کالج میگزین، جلد۹۸، شمارہ۳، مسلسل شمارہ:۳۶۹، سال ۲۰۲۳ء

شاہ وجیہ الدین علوی گجراتیؒ، احوال و خدمات علمی و روحانی

احسان احمد، پی ایچ ڈی
اسسٹنٹ پروفیسر فارسی
پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور
محمد ظہیر بابر
اسسٹنٹ پروفیسر فارسی
گورنمنٹ گریجوایٹ کالج ٹاؤن شپ، لاہور

LIFE HISTORY, SPIRTUAL AND EDUCATIONAL SERVICES OF SHAH WAJEEHUDDIN ALVI GUJRATI

Ihsan Ahmad, PhD
Assistant Professor of Persian
Punjab University Oriental College, Lahore
Muhammad Zaheer Baber
Govt. Graduate College, Township, Lahore

Abstract

Shah Wajeehuddin Alvi Gujrati is one of the famous saints of the Shattari dynasti. He was born in Champaneer, an area of Gujrat (India). His father Qazi Syed Nasrullah was appointed as chief justice of Champaneer in the last era of Sultan Mehmood Begra. Shah Wajeehuddin was the disciple of Shah Ghaos Muhammad Gawaliyari, the great Shattari saint of the subcontinent. Shah Wajeehuddin was the man of true morality and Enthusiesm. From every part of the Sub-Continent, students and lovers of spirtulism appeared before this saint and quenched their thurst of knowledge. Personalities like Shah Abdullah Alavi Ahmadabadi, Syed Sibghat-Ullah Bharoachi, Sheikh Fazl-u-allah Burhanpuri, Qazi Jalal al-Din Multani, Syad Jalal Mah Alam and Sheikh Ahmad Gujrati are counted his students and khaliphes.

Keywords:
Shah Wajeehuddin, Silsila Shattari, Shah Abdullah Alvi Ahmadabadi, Syed Sibghat-ul-Allah Bhrochi.

برصغیر مین شاہان گجرات کی حکومت تقریباً ۲۰۰ برس(۱۴۰۷ـ۱۵۷۳ء) تک رہی۔ ان میں بڑے بڑے اولوالعزم اور بیدار مغز فرماں روا پیدا ہوئے جنھوں نے بڑی عظمت اور شان و شوکت حاصل کی۔ وہ مذہب کے دل دادہ بھی تھے اور علم و فن کے قدردان بھی۔ جہاں اُن کے دورِ حکم رانی میں گجرات صنعت و حرفت، تجارت وزراعت اور ملکی اصلاحات کے اعتبار سے تہذیب و ثقافت کا مرکز بن گیا، وہیں اُن کی علمی قدردانی اور سرپرستی کی بہ دولت شیراز، اصفہان، گازرون، استرآباد، طارم، یمن اور مصر و حجاز کے جیّد اور برگزیدہ علما و فضلا نے آکر گجرات میں بود و باش اختیار کی۔ جن کے فیوض و برکات سے تھوڑے عرصے میں گجرات گہوارۂ علم و فن بن گیا اور یہاں کی خاک سے ایسے ایسے علما و عرفا اورارباب کمال پیدا ہوئے کہ جن کے فیض سے پورا ہندوستان سیراب ہوا۔

ان ہی عظیم المرتبت اور باکمال ہستیوں میں شاہ وجیہ الدین علوی (۹۱۰ھ/۱۵۰۴ء) کی ذات گرامی بھی ہے۔ تشنگان علم کی جس بڑی تعداد نے ان سے سیرابی حاصل کی شاید ہی کوئی دوسری ذات اُن کے مدمقابل نکلے۔ شاہ وجیہ الدین کا علمی اور روحانی فیضان مدرسہ اور خانقاہ کی شکل میں صدیوں رہا۔ گجرات کی حد تک ان کے علمی کارنامے تسلیم شدہ ہیں۔

نام و نسب

شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی احوال و آثار کے مصنف مولانا محمد پرواز اصلاحی کے مطابق اُن کا اصلی نام سیّد احمد ہے۔ اُن کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے: وجیہ الدین احمد بن قاضی سیّد نصراللہ بن قاضی سیّد عماد الدین بن قاضی سیّد عطاء الدین بن قاضی سیّد معین الدین بن سیّد بہاء الدین بن سید کبیر الدین۔ یوں یہ سلسلہ امام تقی(۸۱۱ـ۸۳۵ء)تک پہنچتا ہے۔ (۱)

شاہ وجیہ الدین کے والد ماجد قاضی نصراللہ سلطان محمود بیگڑہ(۱۴۴۵ـ۱۵۱۱ء) کے آخری زمانے میں بہ مقام چانپانیر قاضی کے عہدے پر سرفراز کیے گئے۔ قاضی نصراللہ ممتاز عالم دین اور فقہی علوم میں دست گاہ کامل رکھتے تھے۔ آپ کے والد نے سلطان محمود ثالث (۱۵۳۷ـ۱۵۵۴ء) کے عہد میں ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء میں وفات پائی۔(۲)

ولادت

حضرت شاہ وجیہ الدین کی پیدائش ۲۲ محرم ۹۱۰ھ/۱۵۰۴ء بہ مقام چانپانیر گجرات میں ہوئی۔

تاریخ صوفیائے گجرات کے مطابق اُن کی ولادت ۲۲ محرم ۹۱۰ھ گجرات کے قدیمی شہر چانپانیر میں ہوئی۔(۳) **تاریخ اولیائے گجرات** کے مطابق بھی ان کا سال ولادت (۹۱۰ھ) ہے۔(۴)

دانش نامہ ادب فارسی، بخش شبہ قارہ، جلد ۴ میں ان کی تاریخ ولادت کے متعلق یوں مرقوم ہے:

"وجیہ الدین احمد در چانپانیر / محمد آباد در گجرات ہند سالِ ۹۱۰ھ زادہ شد۔"(۵)

تعلیم و تربیت

قدرت نے شروع ہی سے انھیں نیک طینت، صالح اور ہونہار بنایا تھا۔ ذہانت اور ذکاوت سے نوازا تھا۔ حافظہ اور قوتِ یاد داشت بلا کی تھی۔ چناں چہ سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور آٹھویں سال تجوید کے ساتھ علما کے سامنے قرآن پاک سنایا۔ لوگ اُن کی غیر معمولی ذہانت اور صلاحیت پر انگشت بہ دندان رہ گئے۔ اِس کے بعد علوم متداولہ کی تحصیل اپنے چچا سیّد شمس الدین سے حاصل کی۔ پندرہ سال کی عمر میں باقاعدہ فنِ حدیث میں اس درجہ مہارت حاصل کر لی کہ اُس زمانے کے مشہور محدث علامہ محمد بن مالکی اور حضرت ابو البرکات بنبانی عباسی سے تحصیل کر کے سندِ فراغت حاصل کی۔ جب کہ **تاریخ صوفیائے گجرات** میں ظہور الحسن شارب (۱۹۱۴۔۱۹۹۶ء) کے مطابق انھوں نے اپنے ماموں حضرت ابو القاسم سے علم حدیث پڑھا اور پھر پندرہ سال کی عمر میں علامہ محمد قلی سے یہ تعلیم مکمل کی۔(۶)

تذکرہ علمائے ہند میں یوں آتا ہے:

"علوم ظاہری ملاّ عماد طارمی سے حاصل کر کے شیخ فاض کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔"(۷)

جب علوم عقلیہ کی طرف توجہ کی تو مولانا ابو الفضل محمد مظہر الدین گازرونی اور مولانا عماد طارمی جیسے اربابِ کمال کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ شاہ وجیہ الدین کی یہ خوش قسمتی رہی کہ اُن کو جو بھی اساتذہ اور شیوخ ملے، وہ یگانہ اور منتخب روزگار تھے۔ اُن میں علامہ محمد بن محمد المالکی، مولانا ابو البرکات عبد الملک عباسی بنبانی، علامہ محمد بن محمود طارمی اور علامہ ابو الفضل مظہر الدین خطیب گازرونی قابل ذکر ہیں۔

روحانی بشارت

شاہ وجیہ الدین خود بھی ذہین و فطین تھے اور کتب بینی کے شوق نے ان کی صلاحیتوں میں چار چاند لگا دیے تھے۔ خود اُنھی سے ایک واقعہ منقول ہے کہ جب فقیر کے استاد مولانا عماد طارمی کی وفات ہوئی تو

نہایت تاسف ہوا اور ہمیشہ اسی غم میں رہتا کہ اگر اُن کی زندگی اور باقی رہتی تو مزید علم حاصل کرتا۔ اتفاقاً ایک رات حضرت رسالت مآب ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ دیکھا کہ فرماتے ہیں ”اے فرزند! غم مت کر۔ جو علم تیرے اُستاد کو آتے تھے، اُن پر تیس علم اور اضافہ کرکے تجھے عنایت کیے گئے ہیں۔“ اور ایک کاغذ جس میں اُن تمام علوم کے نام لکھے گئے تھے، میرے ہاتھ میں دیا۔ میں اس خوشی میں بیدار ہو گیا۔ یہ اس کی برکت تھی کہ جس علم کی طرف میں متوجہ ہوتا، یوں معلوم ہوتا گویا برسوں اُس علم کا درس دے چکا ہوں۔(۸)

شاہ وجیہ الدین کے مرشد

شاہ وجیہ الدین آغاز شباب ہی سے وادی تصوّف میں قدم رکھ چکے تھے مگر جس شخصیت نے اُنھیں روحانی طور پر سب سے زیادہ متاثر کیا وہ شاہ غوث محمد گوالیاری (۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء) کی بلند و بالا شخصیت ہے جن کا سلسلہ نسب خواجہ فرید الدین عطار (۶۲۸ھ / ۱۳۳۰ء) سے جاملتا ہے۔

اخلاق وعادات

شاہ وجیہ الدین نے جس ماحول میں پرورش پائی، وہ خود بڑا پاکیزہ اور دینی اخلاق کے لحاظ سے اپنا امتیازی مقام رکھتا تھا۔ پھر جیّد اساتذہ اور صالحین کی صحبت نے اس میں اور بھی استعداد اور وسعت پیدا کر دی تھی۔ اس لیے ان کی زبان سے جو بھی الفاظ نکلتے دل پر نقش ہو جاتے۔ اُن کے تقویٰ، خدا ترسی، عجز وانکسار، ہم دردی اور خلوص کو جو کوئی دیکھتا گرویدہ ہو جاتا۔ وہ حقیقت میں مکارم اخلاق کے پیکر اور استغنا و بے نیازی کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔(۹)

مشائخ احمد آباد کے مطابق علامہ وجیہ الدین قناعت وسخاوت کے پیکر تھے اور حاصل ہونے والی تمام آمدن طلبہ پر خرچ کرتے تھے۔(۱۰)

فضل وکمال کا اعتراف

شاہ وجیہ الدین علوی علمی وروحانی کمالات کا پیکر تھے۔ ہندوستان کے گوشے گوشے سے طالبان علم اور دردمندانِ روحانیت اس مردِ درویش کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے۔ اُن کی شخصیت گوناگوں اوصاف اور محاسن کا مجموعہ تھی۔ دیکھنے میں نہایت سادہ مگر گفت گو دل کش اور پر تاثیر تھی۔ لباس معمولی کھدر کا مگر باوقار، خوراک اور رہائش فقیروں جیسی۔ وہ طالبانِ علم کی اصلاح کے ساتھ ساتھ عوام کے دردِ دل کا علاج بھی کرتے۔ **منتخب التواریخ** میں ملا عبد القادر بدایونی کے بہ قول ان کا نسب

علوی ہے اور وہ شہرت کے متمنی نہیں تھے۔انھوں نے اپنے وقت کے جید اساتذہ سے کسب فیض کیا اور شریعت کی پابندی کی۔(۱۱)

ان کے معاصر اور مشہور مورخ خواجہ نظام الدین احمد بخش **طبقات اکبری** میں یوں لکھتے ہیں:

> میاں وجیہ الدین گجراتی نے رشد وہدایت میں پچاس سال صرف کیے۔ فقر وفاقہ اور توکل ان کی زندگی کا معمول تھا۔ عقلی و نقلی علوم کے ماہر اور کئی عمدہ تصانیف کے مصنف ہیں۔(۱۲)

ملا عبد الباقی نہاوندی **ماثر رحیمی** میں لکھتے ہیں کہ میاں وجیہ الدین ایک دانش مند فاضل اور ہوشیار عالم ہیں۔ وہ علامہ طارمی کے شاگرد ہیں۔ وہ علامۂ زمان اور یگانۂ روزگار مولانا جلال الدین دوانی کے شاگردوں میں تھے۔ موصوف اپنی بے انتہا شہرت کی بنا پر کسی تعارف و توصیف کے محتاج نہیں ہیں۔ ہندوستان کے اکثر متبحر علما میاں صاحب موصوف سے شاگردی کا تعلق رکھتے ہیں۔(۱۳)

محمد غوثی منڈوی **گلزار ابرار** میں رقم طراز ہیں کہ وہ دونوں جہانوں کے قطب، دونوں عالم کے حقایق کے مرکز، حصولی اور حضوری علم کے مالک، اکتسابی اور وہبی فنون کے ماہر، کاغذی منقوش اشیا کے رموزوں اور اسرار لوح محفوظ کے رازدار تھے۔(۱۴)

شیخ محمد اکرام کے مطابق شیخ وجیہ الدین پیدا تو مشرقی گجرات کے قدیم شہر چانپانیر میں ہوئے۔ لیکن اُن کے علم و فضل کا دریا احمد آباد میں بہتا رہا۔ اُنھوں نے کئی سال درس دیا اور ایک عالم کو سیراب کیا اور متعدد درسی کتب پر حاشیے اور شرحیں لکھیں۔ اُن کی زندگی سادہ تھی۔ وہ ایک جیّد عالم تھے۔(۱۵)

سلاطین وامرا کی عقیدت

شاہ وجیہ الدین علوی کا خاندان علم و فضل اور دینی وجاہت کے اعتبار سے ہر دور میں ممتاز رہا۔ اس لیے گجرات کے سلاطین وامرا اِس خاندان کے بزرگوں کے عقیدت مند رہے۔ سلطان محمود بیگڑہ نے ان کے والد کو چانپانیر کا قاضی مقرر کیا۔ بہادر شاہ گجراتی (۹۳۴ھ/۱۵۳۶ء) نے بارہا دعائے خیر کی التجا کی۔ سلطان محمود ثالث (۱۵۳۷۔۱۵۵۴ء) بھی متعدد بار حاضرِ خدمت ہو کر شرفِ قدم بوسی حاصل کر چکا تھا۔ سلطان مظفر سوم (۱۵۶۱۔۱۵۷۳ء) جو گجرات کا آخری بادشاہ تھا، متعدد بار ان کی بارگاہ میں حاضر ہوتا رہا۔ شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر (۱۵۴۲۔۱۶۰۵ء) جب گجرات آیا تو باوجود اس کے کہ حاسدوں نے اسے شیخ کی طرف سے بدظن کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا، پھر بھی وہ ان سے ملا اور بے حد ادب واحترام بجا لایا۔

اس کے بعد نورالدین محمد جہانگیر (۱۵۶۹۔۱۶۲۷ء) تخت نشین ہوا اور بہ غرض تفریح احمد آباد آیا تو خاص طور پر شاہ وجیہ الدین علوی کی درگاہ پر فاتحہ کے لیے حاضر ہوا۔

امرائے حکومت بھی ہمیشہ آپ کے عقیدت مند رہے۔ الغ خان (۱۳۱۵ء) ان سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ عہدِ اکبری میں خانِ اعظم اور مرزا عبد الرحیم خان خانان (۱۵۵۶۔۱۶۲۷ء) نہایت عقیدت مندی سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ **مآثرِ رحیمی** میں عبد الباقی نہاوندی خان خانان کی عقیدت کا اظہار اِن الفاظ میں کرتا ہے:

> "یہ سپہ سالار اکثر اوقات کسبِ کمال اور حصول فضل و آداب کے اِس بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اپنی ذہانت و فطانت کے باوجود اِس دانش مند کی صحبت میں مطالعہ، مباحث سے دل چسپی لے کر خدا شناسی کا رتبہ پایا۔ اِس بزرگ کے اوصاف و کمال سے حد درجہ عقیدت ہی کی بنا پر محتاج و فقرا اور ضرورت مند حضرات میاں صاحب موصوف کو اِس کے دربار میں وسیلہ بناتے اور اپنے مقصد میں کام یاب ہو کر اُس کے خوانِ کرم سے فیض یاب ہوتے۔"(۱۶)

شاہ وجیہ الدین کی اولاد

شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی کے پانچ بیٹے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ اِن میں شاہ عبد اللہ علوی (۱۰۴۱ھ / ۱۶۳۱ء) سب سے بڑے ہیں۔ جو آپ کے بعد جانشین تھے۔ اُن کے فضل و کمال اور محاسن کے بارے میں تمام تذکرہ نگاروں نے ذکر کیا ہے۔ آپ بڑے فاضل زمانہ اور متقی و پرہیزگار اور ریاضت واشغال میں منہمک رہنے والے تھے۔ تدریس کے ماہر تھے۔ شاہ وجیہ الدین کے دوسرے بیٹے شاہ عبد الواحد اپنے بھائی کی طرح خوبیوں کے مالک تھے۔ انھوں نے ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۲ء میں وفات پائی۔ تیسرے بیٹے شاہ عبد الحق ہمیشہ ذکر و اشغال میں مصروف رہتے۔ چوتھے بیٹے شاہ غالب تمام عمر مجذوب رہے۔ شاہ حامد پانچویں بیٹے جیّد عالم و حافظ اور کتابوں کے شائق تھے۔

مولانا عبد الرحمن پرواز اصلاحی اپنی کتاب **شاہ وجیہ الدین علوی، احوال و آثار** میں بتاتے ہیں کہ شاہ وجیہ الدین کے ایک فرزند والدین کی زندگی میں برہان پور ہی میں وفات پا گئے تھے۔ (۱۷)

خلفائے کبار اور ممتاز تلامذہ

شاہ عبد اللہ علوی احمد آبادی: شاہ وجیہ الدین علوی کی اولاد میں شاہ عبد اللہ جامع کمالات تھے۔ درسی علوم میں مہارت کے ساتھ تصوف کے اسرار و حقایق میں امتیازی شان رکھتے تھے۔ سیرت و شمایل اور تقویٰ

وبزرگی میں اپنے اسلاف کے قدم بہ قدم تھے۔ ان کی قابلِ قدر خصوصیات کا تذکرہ ان کے معاصر محمد حسن غوثی شطاری نے **گلزار ابرار** میں نہایت ادب و احترام سے کیا ہے:

> ”آپ کی ذات میں تمام عقلی و نقلی علوم جمع تھے۔ کسبی اور کشفی دقیقے اور مشکل مسائل آپ کی ادنیٰ توجہ سے حل ہو جایا کرتے تھے۔ عالم شہادت اور عالم غیب کے حقایق کا جلوہ آپ کے اوپر ہوتا تھا۔“(۱۸)

سیّد صبغت اللہ بھڑوچی: شاہ وجیہ الدین کے تلامذہ اور خلفا میں ممتاز ترین شخصیت سیّد صبغت اللہ بھڑوچی کی ہے۔ ان کا اصل وطن بھڑوچ ہے جو سورت اور بڑودہ کے درمیان واقع ہے۔ وہ شاہ روح اللہ حسینی کے فرزند ہیں۔ ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد انھوں نے شاہ وجیہ الدین سے بیعت کی اور روحانی کمالات اور مدارجِ سلوک طے کیے۔

مآثر الکرام میں غلام علی آزاد بلگرامی کے یہ قول: ” شیخ کبیر، عالم شہیر سیّد صبغت اللہ بن سیّد روح اللہ حسینی شیخ العالم طریقہ شطاریہ عشقیہ میں اور تمام علوم و معارف کے جامع تھے۔“ (۱۹)

ایک اور جگہ شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے کہ ” شیخ وجیہ الدین خود تو شطاریہ سلسلے میں شیخ محمد غوث گوالیاری کے مرید ہوگئے اور اُن کے ایک شاگرد سیّد صبغت اللہ بھڑوچی نے اِس سلسلے کو حجاز مقدس میں عام کیا۔ سیّد صبغت اللہ بھڑوچ کے رہنے والے تھے جواب سورت اور بڑودہ کے درمیان واقع ہے۔“(۲۰)

شیخ محمد بن فضل اللہ برہانپوری: شاہ وجیہ الدین کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے۔ شیخ محمد بن فضل اللہ کے فضل و کمال کی شہرت دور دور تک تھی۔ ان کا اصل وطن جون پور تھا، لیکن برہان پور میں مقیم ہوگئے۔ اور وہیں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ **گلزار ابرار** میں ان کے متعلق یوں آتا ہے:

> ”آپ خاندیس کے بادشاہ محمد شاہ ابن مبارک شاہ فاروقی کے عہد حکومت (۱۵۶۶ء) میں گجرات سے خاندیس تشریف لائے۔ برہان پور میں مسجد اور خانقاہ تعمیر کی۔ حدیث، تفسیر اور دوسرے دینی علوم کا درس دینے میں مشغول رہتے تھے۔“(۲۱)

قاضی جلال الدین ملتانی: قاضی جلال الدین کا شمار عہد اکبری کے ممتاز علما میں ہوتا ہے۔ نہایت متبحر، حق گو اور حق پرست عالم تھے۔ سندھ کے علاقہ بھکر میں پیدا ہوئے۔ ملتان میں پروان چڑھے۔ تحصیلِ علم کے لیے احمد آباد آکر شیخ وجیہ الدین علوی سے اسلامی علوم کی تکمیل کی۔

گلزار ابرار میں محمد غوثی شطاری ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ نام ور علما میں سے تھے۔ شیخ وجیہ الدین سے کچھ دیر کسب فیض کیا اور فقر و تصوف سے مستفید ہوئے۔(۲۲)

شیخ وجیہ الدین گجراتی کے خلفا اور کبار تلامذہ میں اِن کے علاوہ حکیم عثمان بوبکانی، شیخ یوسف بنگالی، مولانا عثمان سفلی، شیخ عبد اللہ صوفی شطاری اکبر آبادی، سیّد یسین سامانوی، قاضی ضیاء الدین سیوتی، سیّد عبد الرحمن بھڑوچی، شیخ پیر محمد برہان پوری، شیخ عبد القادر، شیخ عبد اللہ گوالیاری، شیخ نور الدین ضیاء اللہ، قاضی عبد اللہ بیجاپوری، سیّد علی بابا میر حسینی، شیخ عبد المالک شطاری سارنگ پوری، سیّد جلال ماہ عالم، شیخ عبد العزیز اُجینی، محمد غوثی شطاری مانڈوی، حکیم روح اللہ بھڑوچی جہانگیری اور شیخ احمد گجراتی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

وفات

شاہ وجیہ الدین علوی ۲۹ صفر ۹۹۸ھ / ۲۷ دسمبر ۱۵۷۹ء، اتوار کو صبح صادق کے وقت اِس دارِ فانی سے عالم جاودانی کو رخصت ہو گئے۔ اُس وقت ان کی عمر اٹھاسی برس تھی۔ یادِ ایام میں حکیم سیّد عبد الحیٔ تاریخ وفات یوں لکھتے ہیں:

> ”شیخ وجیہ الدین علوی نے ۹۹۸ھ میں وفات پائی اور احمد آباد میں مدفون ہوئے۔ آپ کی قبر مبارک زیارت گاہِ خلایق ہے۔“(۲۳)

ڈاکٹر ظہور الحسن شارب اپنی تصنیف **تاریخ صوفیائے گجرات** میں یوں رقم طراز ہیں: ”شیخ وجیہ الدین کی وفات ۹۹۸ھ / ۱۵۹۰ء میں ہوئی اور اُن کا مزار احمد آباد شہر کے وسط میں ہے۔“(۲۴)

اُردو کے قدیم شاعر ولی دکنی (۱۶۶۷۔۱۷۰۷ء) جنھیں ولی گجراتی بھی کہا جاتا ہے، بعض محققین نے اِن کا سلسلہ نسب شاہ وجیہ الدین تک بیان کیا ہے۔ انھوں نے شاہ وجیہ الدین کی مدح میں ایک طویل قصیدہ نظم کیا ہے۔ جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

اے تو مقبول سرور عالم
اے تو فہرست دفتر عالم
جلوہ گر تو ہے آفتابِ یقین
تجھ سوں روشن ہے پیکر عالم

علم ظاہر و باطن سوں
تو ہے عالم میں رہبر عالم(۲۵)

شاہ وجیہ الدین کا مزار مدرسہ علویہ کے صحن میں بنایا گیا۔ امرائے اکبری میں صادق خان نے روضے کی عمارت تیار کروائی اور عہد جہانگیری میں فرید خان (۱۶۱۶ء) نے مرقد کے اوپر چھتری تیار کروائی اور درج ذیل اشعار کندہ کروائے:

مرتضیٰ خان فرید دریا دل
فیض واخی و رحمت شامل
عرش بر طرح کرد از ہمت
بر سر قبر مرشد کامل
تا فلک باد ، باد بانیٔ این
تا جہان باد، باد این منزل(۲۶)

اِس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مزار کی تعمیر ۱۰۱۷ھ/۱۶۰۹ء میں ہوئی۔ آج بھی یہ مزار پر انوار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ شہنشاہ اکبر کی وفات کے بعد جب نور الدین جہانگیر تخت نشین ہوا تو بہ غرض تفریح احمد آباد (۱۰۶۶ھ/۱۶۵۶ء) آیا تو خصوصیت سے تین جگہ فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہوا۔ حضرت شاہ عالم (۸۸۰ھ/۱۴۷۵ء) کے مزار پر، سرکھیج میں شیخ احمد کھٹو (۱۴۴۵ء) کی بارگاہ میں اور شاہ وجیہ الدین کی درگاہ پر۔ **تزک جہانگیری** میں یوں مرقوم ہے:

> ” اتوار ۲۷ دی ماہ کو میں نے شیخ وجیہ الدین کے مقبرے پر جو میری قیام گاہ کے قریب ہے جا کر فاتحہ خوانی کی۔ یہ خانقاہ میرے والدِ بزرگوار کے امراء میں سے صادق خان نے تعمیر کروائی تھی۔ شیخ وجیہ الدین، شیخ غوث محمد گوالیاری کے خلیفہ تھے۔ جن پر خود اُن کے مرشد کو فخر تھا۔ شیخ وجیہ الدین ظاہری و باطنی صفات سے بہرہ ور تھے۔“ (۲۷)

کتب خانہ و مدرسہ

شاہ وجیہ الدین کا کتب خانہ گجرات کے مشہور کتب خانوں میں سے تھا اور تقریباً ہر فن کی کتابیں موجود تھیں۔ ”مولانا ابو ظفر ندوی جب اس کتب خانے کو ۱۹۲۱ء میں دیکھنے گئے تو بتاتے ہیں کہ متعدد بڑے

بڑے صندوقوں میں کتابیں بے ترتیبی سے پڑی ہیں۔ چند دِن کی کوشش کے بعد اِن کو مرتب کیا۔ کچھ کتابیں احباب اپنے ساتھ لے گئے اور کرم خوردہ کتابیں دریائے سابرمتی کی نذر ہو گئیں۔ تھوڑی کتابیں پیر سیّد حسینی مصنف **تذکرۃ الوجیہ** اور جناب بڑا میاں صاحب موجودہ متولی درگاہ کے پاس ہیں۔"(۲۸)

تصانیف

شاہ وجیہ الدین علوی کا مستقل مشغلہ درس و تدریس اور اپنے مریدوں کی روحانی تربیت تھا لیکن پھر بھی جب موقع ملتا، تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھتے اور اِس میں بھی اُن کا مقصد طلبہ کے لیے سہولت بہم پہنچانا اور مشکل مسائل کا حل ہوتا۔ ملا عبدالقادر بدایونی کے بہ قول "وہ ہمیشہ علوم دینی کے درس میں مشغول رہتے تھے۔ تمام علوم عقلی و نقلی پر عبور اِس حد کو تھا کہ صرف **ہوائی** سے **قانون و شفا و شرحِ مفتاح** اور **عضدی** تک شاید ہی کوئی کتاب ہو جس پر اُنھوں نے شرح یا حاشیہ نہ لکھا ہو۔ لوگ ہمیشہ اُن کی ذاتِ بابرکات سے فیض حاصل کرتے رہتے تھے۔"(۲۹)

بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کی تصانیف کی تعداد تین سو سے زیادہ ہے۔ ان میں سے ایک بڑی تعداد تو ضائع ہو چکی ہے اور جو دست بردِ زمانہ سے محفوظ رہ گئی ہیں وہ بھی مخطوطات کی صورت میں ہیں۔ تذکرہ نگاروں نے مختلف فنون کی درسی کتابوں میں سے پچیس کتابوں پر ان کے حواشی و تعلیقات کی فہرست دی ہے۔ اِن میں سے بعض حواشی کی ان کے عہد کے بعد بڑی اہمیت رہی۔ طلبہ انھیں نہ صرف دل چسپی سے پڑھتے بل کہ اِس کی نقل کا اہتمام بھی کرتے تھے۔ ان کی تصانیف جو مخطوطات کی شکل میں دست یاب ہیں اور احمد آباد، حیدر آباد، لکھنؤ، رام پور، علی گڑھ اور بمبئی وغیرہ کے کتب خانوں میں موجود ہیں، اُن میں سے چند کا تعارف پیش خدمت ہے:

۱۔ حقیقتِ محمدی:

یہ کتاب صوفیہ اور متکلمین کے درمیان اہم موضوع سے متعلق ہے۔ اِس میں فاضل مولف نے دو مطالب کے عنوان دیے ہیں۔ اوّل میں ذات بحت کے تصور کو واضح کیا ہے۔ اور پھر ان مراتب کا ذکر کیا جس میں اللہ تعالیٰ کی تجلی ظاہر ہوئی ہے۔ مطلب دوّم کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ کی صفات کے اپنے تعلقات ہوتے ہیں۔ اِن تعلقات پر حدوث و امکان مرتب ہوتے ہیں۔ جن کا ترتیب نفسِ صفت پر ممکن ہو۔ اِن تعلقات سے نفسِ صفت میں کوئی تغیر واقع ہوتا ہے نہ تجزی۔(۳۰)

۲۔ شرح جام جہان نما (فارسی):

جام جہان نما تصوف میں مشہور متن ہے۔ اِس کے مصنف محمد بن عزالدین بن عادل بن یوسف مغربی معروف بہ سیرین ہیں۔ یہ (۷۸۵ھ / ۱۳۶۳ء) کی تصنیف ہے۔ شاہ وجیہ الدین نے اِس کی ایک شرح لکھی۔ اِس کے دو نسخے کتب خانہ درگاہ پیر محمد شاہ، احمد آباد میں موجود ہیں۔ (۳۱)

۳۔ حاشیہ علی التلویح:

تلویح توضیح علامہ سعد الدین تفتازانی (۷۹۳ھ / ۱۳۹۱ء) کی اُصول فقہ میں مشہور درسی کتاب ہے۔ مختلف علماء نے اپنے نقطہ نظر سے اس کی شرح اور حواشی لکھے ہیں۔ شاہ وجیہ الدین نے بھی ایک حاشیہ لکھا ہے۔ کتب خانہ پیر محمد شاہ احمد آباد میں قلمی نسخہ مصنف کے خود نوشت سے منقول ہے اور حاشیہ پر ہر جگہ تصحیح کی گئی ہے۔ (۳۲)

۴۔ حاشیہ علی المواقف:

اِس مشہور کلامی کتاب کے مصنف قاضی عضد الدین عبد الرحمن ہیں۔ اس کی شرح علامہ سیّد علی بن محمد جرجانی (۸۱۶ھ / ۱۴۱۳ء) نے کی۔ پھر بہت سے علمانے اِس پر حواشی لکھے۔ برصغیر میں ملّا عبد الحکیم سیالکوٹی (۱۵۶۱۔۱۶۷۵ء) کے حاشیے کی بڑی اہمیت ہے۔ شاہ وجیہ الدین کا حاشیہ اِس سے پہلے کا ہے۔ اِس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ درگاہ پیر محمد شاہ، احمد آباد، بھارت میں موجود ہے۔ (۳۳)

۵۔ حاشیہ علی مختصر المعانی:

علامہ سعد الدین تفتازانی نے مختلف فنون کی بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں اور یہ خصوصیت انھی ہی کو حاصل ہے کہ ان کی تصنیف میں پانچ کتابیں **تہذیب المنطق**، **مختصر المعانی**، **مطول**، **شرح عقاید** اور **تلویح** شامل ہیں۔ زیرِ نظر کتاب کتب خانہ درگاہ پیر محمد شاہ، احمد آباد میں قلمی موجود ہے۔ (۳۴)

۶۔ رشاد شرح الارشاد:

نحو میں **الارشاد** نامی کتاب قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی (۸۶۰ھ / ۱۴۵۶ء) کی تصنیف ہے۔ شاہ وجیہ الدین کے زمانے میں داخلِ درس تھی۔ اِس لیے انھوں نے اس کی شرح لکھی اور اس کا نام **رشاد** رکھا۔ (۳۵)

۷۔ وافیہ شرح کافیہ

طلبہ کی عربی تعلیم کے لیے نحو کے بنیادی مسائل بیان کرنے میں ابنِ حاجب (۱۱۷۴۔۱۲۴۹ء) کی کتاب **کافیہ** کی خاص شہرت ہے۔ اِس اہمیت کے پیشِ نظر ابتدا ہی سے یہ کتاب داخلِ درس رہی۔ چوں کہ نحو کی بڑی کتابوں میں مسائلِ نحویہ اور قواعدِ نحویہ میں بڑا اختلاف رہا ہے، اِس لیے اِن مسائل سے قطع نظر اس کتاب میں نہایت اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ اس کتاب کی متعدد شرحیں اور حاشیے لکھے گئے۔ اِن میں شاہ وجیہ الدین نے **شرح وافیہ** کے نام سے شرح لکھی۔ اس کا ایک نسخہ قاضی نور الدین صاحب بھڑوچی کے کتب خانے میں موجود ہے۔ (۳۶)

اِن کے علاوہ **رسالہ النسکویہ**، **حاشیہ علی المختصر المعانی**، **حاشیہ علی العضدی**، **شرح نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر**، **حاشیہ شرح وقایہ**، **رسالہ ترتیب ارکان الصلوۃ**، **شرح البسیط**، **شرح کلید مخازن**، **الرسالہ** وغیرہ بھی شاہ وجیہ الدین علوی کی تصانیف میں شامل ہیں۔

ملفوظات

ہندوستان میں ملفوظات جمع کرنے کا خیال سب سے پہلے فارسی کے مشہور شاعر امیر حسن علاء سجزی (۶۶۰۔۷۳۶ھ / ۱۲۵۴۔۱۳۳۷ء) کے دل میں آیا۔ وہ محبوبِ الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیا (۶۳۶۔۷۲۵ھ / ۱۲۳۷۔۱۳۲۴ء) کے چہیتے مرید اور اُن کی پاکیزہ مجلس کے حاضر باش صاحب قلم تھے۔ ۷۰۷ھ / ۱۳۰۷ء میں اُنھوں نے فرامین و اقوالِ حضرت محبوبِ الٰہی کو **فوائد الفواد** کے نام سے ترتیب دینا شروع کیا اور (۷۲۱ھ / ۱۳۲۱ء) میں جب وہ اس کی ترتیب سے فارغ ہوئے تو گویا علمِ تصوف میں ایک نئے عنوان کا اضافہ ہو گیا۔ امیر حسن سجزی نے نہ صرف ملفوظات نویسی کی داغ بیل ڈالی بل کہ اسے تصوف کی تحریک کی نشر و اشاعت کا ایک مؤثر ذریعہ بنا دیا۔

ہندوستان کے جلیل القدر مشائخ میں شاہ وجیہ الدین علوی کی ذات بابرکات نے جو پائدار نقوش چھوڑے، وہ تصوف میں یادگار رہیں گے۔ ان کی کارآمد باتوں اور اُن کی بروقت ہدایتوں کو اُن کے مریدوں نے بھی قلم بند کرنے کی کوشش کی ہے، چناں چہ اُن کے ملفوظات کا مجموعہ **بحر الحقایق** کے نام سے ترتیب دیا گیا ہے۔ ان کے ملفوظات درج ذیل حوالوں سے زیادہ مقبول ہوئے۔

۱۔ درس وتدریس:

"پرسیدند کہ حضرت در حالِ پیری تدریس جمیع علوم می فرمایند۔ تشویش خود نمی شود؟

فرمودند بہ حکم " واماالسایل فلاتنہر" ہیچ کس راجواب نمی توانم داد۔" (۳۷)

(لوگوں نے پوچھا کہ حضرت ضعیفی کی حالت میں تمام علوم کا درس دیتے ہیں۔ پریشانی تو نہیں ہوتی؟ انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ سائل کو مت جھڑکو۔ اس بنا پر کسی طالب علم کو انکار میں جواب نہیں دے سکتا۔)

۲۔ علم و شغل:

" طالب را باید کہ شغل ہم بکنند و علم نیز بخوانند، ہر چہ غالب آید، سالک را میسر باید۔"(۳۸)

(طالب علم کو چاہیے کہ ذکر و مراقبہ بھی کرے اور علم بھی پڑھے۔ اِس میں سے جو بھی غالب آجائے گا سالک کو منزلِ مقصود پر پہنچائے گا۔)

۳۔ تصور رسول ﷺ:

" اگر در ہر روز یک ساعت یا دو ساعت حضرت رسالت مآب ﷺ را تصور کند، درونش صفایی بی غایت قربِ آن سر در نیز محصل و میسر گردد۔" (۳۹)

(اگر ہر روز ایک گھڑی یا دو گھڑی حضرت رسالت مآب ﷺ کا تصور کرے تو اُس کے دل میں نہایت صفائی پیدا ہو گی اور آنحضرت ﷺ کا قرب بھی حاصل ہو گا۔)

۴۔ وسوسوں کا علاج:

"شخصی از وسواس شکایت کرد۔ فرمودند کہ شما پاسِ انفاس کن۔ نفس در کارِ خود باشد۔ شما در کارِ خود باشید۔"(۴۰)

(کسی نے نفس کے وسوسوں کی شکایت کی۔ فرمایا نفس پر ہمیشہ نظر رکھو۔ نفس کا کام ہی وسوسے ڈالنا ہے۔ مگر تمھارا کام یہ ہے کہ ہر دم نفس کا لحاظ رکھو۔ نفس اپنے کام میں لگا رہے اور تم اپنے کام میں لگے رہو۔)

۵۔ تلاوت قرآن مقدس:

قرآن مقدس کی تلاوت پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہر روز قرآن پاک کی تلاوت لازمی کرنی چاہیے۔ اور اس میں ذرا بھی غفلت نہیں ہونی چاہیے۔

> ”گویند کہ حضرت ایشان بہ سیّد یسین می فرمودند کہ تلاوتِ قرآن مجید را قیام نمایند وہر چہ موجب غفلت است از حضور حق، از و احتراز کنید۔ اگر گفتۂ مرا ملازم گیرید، ہمچو من خواہید شد۔(یعنی مجمع البحرین)۔“(۴۱)

(کہتے ہیں کہ حضرت یسین سے فرماتے تھے کہ تلاوت قرآن مجید ہمیشہ کیا کرو اور جو چیز حضور حق میں غفلت کا سبب ہو، اُس سے پرہیز کرو۔ اگر میری بات پر ہمیشہ عمل کروگے تو میرے ہی جیسے بن جاؤ گے۔)

۶۔لذتِ عمل:

> ” کسی بہ ذکر رسید و کسی بہ فکر و کسی بہ درود۔ و فرمودند کہ نفس را امتحان بہ حالت شد و بہ حالتِ شدت و بہ حالت آسائش کہ کدام حال ذوقِ اعمال دارد و بر سوانح احوال نگاہ دارد۔“(۴۲)

(کوئی تو ذکر کر کے معرفت کے درجے کو پہنچا، کوئی فکر کر کے اور کوئی درود پڑھ کے۔ اور فرماتے تھے کہ نفس کا امتحان تکلیف اور آرام دونوں حالتوں میں کیا جائے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ کون سی حالت میں عمل کی لذت حاصل ہوتی ہے۔)

۷۔مرشد کی ضرورت واہمیت:

> ” از مشقت معرفت خدارا حاصل کردن ہم چنین است کہ مرشد فیض بخش ندارد۔ آن کس را در طریق شطاریہ چنین مشقت ہانیست۔ پرسیدند کہ اگر این قدر مشقت کند، حاجت مرشد ہم دارد؟ فرمودند، وہ وہ: مرشد پردہ حجاب رامی درد۔“(۴۳)

(ریاضت و محنت سے خدا تک پہنچنا اِس وقت ہوتا ہے کہ جب کہ اُس کا کوئی فیض بخش مرشد نہ ہو۔ طریقہ شطاریہ میں اتنی مشقتیں نہیں ہیں۔ پوچھا کہ اگر کوئی اتنی مشقتیں کرے تو کیا اُسے مرشد کی ضرورت ہوتی ہے؟ فرمایا۔ واہ واہ، مرشد تو حجاب کے پردے ہٹا دیتا ہے۔)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

> ”ریاضت بی امر مرشد خشکی دماغ یا ضعفِ بدن یا زیانی دیگری می آرد۔“(۴۴)

(ریاضت بغیر مرشد کے حکم کے خشکی دماغ یا ضعفِ بدن پیدا کرتی ہے یا اِس سے دوسرے نقصانات لاحق ہوتے ہیں۔)

۸۔ مطالعے کی تلقین:

" مرشد آن را باید کہ چون طالب ملول شود از اعمال و اشغال بہ قدر دفع ملال علم توحید وباطن از کتبِ موحدان مطالعہ کردن فرماید۔" (۴۵)

(مرشد کو چاہیے کہ جب طالب اعمال اور اشغال سے گھبرا جائے تو اُس سے کہیں کہ موحد صوفیہ کی کتابوں کا مطالعہ کریں تاکہ علمِ توحید اور علمِ باطن کے سبب ملال وبیزاری دور ہو جائے۔)

فارسی شاعری:

شاہ وجیہ الدین علوی شاعر بھی تھے۔ کبھی کبھی تفننِ طبع کے لیے شعر کہہ لیا کرتے تھے۔ اُن کے اشعار میں والہانہ اور صوفیانہ رنگ ہے۔ وہ "وجی" تخلص فرماتے تھے۔ اُنھوں نے کوئی دیوان نہیں چھوڑا لیکن بعض مریدوں نے اپنی بیاضوں میں ان کے چند اشعار نقل کیے ہیں۔ **صبح گلشن** میں نواب سیّد علی حسن خان(۱۶۶۶۔۱۷۲۲ء) نے آپ کے دو شعر نقل کیے ہیں:

ز ابری کز نمودش بر زمین رحمت فرو ریزد
چو بر کشتِ محبت بگذرد محنت فرو ریزد
ز بستانم کہ باشد آرزویم میوۂ رافت
ز نخلِ اُو بہ دامانِ طلب آفت فرو ریزد

(ایسا بادل جس کے ظاہر ہونے سے زمین پر رحمت برستی ہے۔ جب یہ محبت کی کھیتی پر سے گزرتا ہے تو محنت برستی ہے۔ مجھے اپنے باغ سے مہربانی کے پھل کی امید رہتی ہے۔ اس کے درخت طلب کرنے والوں کے دامن میں آفت برستی ہے۔)

سیّد ابو ظفر ندوی اپنے مقالہ میں یہ اشعار نقل کرتے ہیں۔

کہ بہ گردِ ما رسد ہر صعوہ
شہبازِ عرش پروازیم ما
سّر وحدت را زبانِ دیگر است
با مسیح و خضر ہم رازیم ما
سر دھم در گریہ چشم اشک بارِ خویش را
بر کنم از محبت دل ہر دم کنارِ خویش را

دل اگر بیگانہ شد از بی وفا بر ما چہ جُرم
آدمی نشناسدار پروردگارِ خویش را
تا رسد بر سرِ کوی تو گردِ من نسیم
در رہِ بادِ صبا نرم غبارِ خویش را(۴۶)

(ہمارے گرد آ جاتا ہے ہر چھوٹا پرندہ۔ ہم عرش پر اڑنے والے شہباز ہیں۔ وحدت کے راز کی زبان اور ہے۔ ہم مسیح اور خضر کے ہم راز ہیں۔ میں ہمیشہ اپنی آنکھوں سے جاری آنسوؤں پر توجہ دیتا ہوں اور اپنے دل سے ہر لحظہ محبت کو ختم کرنے میں لگا رہتا ہوں۔ اگر ہمارا دل بے وفا سے بیگانہ ہو گیا تو کیا جرم ہے۔ کہ آدمی اگر اپنے پروردگار کو ہی نہ پہچانے۔ تاکہ میری گرد تمہارے کوچے تک پہنچ جائے۔ اس لیے بادِ صبا کے راستے میں اپنے غبار کو بچھا دیا ہے۔)

شاہ وجیہ الدین کے بارے میں اس مضمون کا مقصد ان کی علمی، روحانی اور ادبی خدمات کا احاطہ اور دست یاب معلومات کو ایک جگہ جمع کر کے قارئین کی نظر کرنا تھا جس کے لیے تمام اہم منابع سے استفادہ کر کے ان کی شخصیت کا درست احاطہ کیا گیا ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) عبدالرحمن پرواز اصلاحی، شاہ وجیہ الدین علوی گجراتیؒ، احوال و آثار،(ممبئی: انجمن اسلام اُردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ،۲۰۱۵ء)،۱۶۔

(۲) ایضاً،۱۷۔

(۳) ظہور الحسن شارب، تاریخ صوفیائے گجرات،(احمد آباد: جمیل اکیڈمی، ۱۹۸۱ء)،۲۱۰۔

(۴) سیّد ابو ظفر ندوی، تاریخ اولیائے گجرات ،(احمد آباد: س۔ن)،۸۷۔

(۵) حسن انوشہ،دانشنامہ ادب فارسی،(تہران: وزارت فرہنگ وارشاد اسلام،۱۳۸۰ش)،۲۶۵۵۔

(۶) ظہور الحسن شارب، تاریخ صوفیائے گجرات،۲۱۱ ۔

(۷) رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند، مترجم مولانا زین الدین،(حیدر آباد: مکتبہ قادریہ،۲۰۰۵ء)،۴۰۹۔

(۸) عبدالرحمن پرواز، اصلاحی، شاہ وجیہ الدین علوی گجراتیؒ، احوال و آثار،۲۰۔۲۱۔

(۹) ایضاً، ۴۲۔

(۱۰) محمد یوسف متالا، مشایخ احمد آباد،(احمد آباد: امرین بک ایجنسی،۲۰۱۳ء)،۲۷۶ ۔

(۱۱) ملا عبدالقادر بدایونی۔ منتخب التواریخ،(کانپور: منشی نول کشور، ۱۸۷۶ء)، ۲۹۲۔۲۹۳۔

(۱۲) خواجہ غلام الدین احمد بخشی، طبقات اکبری، جلد۔۲،(بنگال: مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی، س۔ن)، ۵۰۴۔

(۱۳) ملا عبدالباقی نہاوندی، مآثر رحیمی، جلد۳،(کلکتہ: ۱۹۲۴ء)،۱۷۔۱۸۔

(۱۴) محمد حسن غوثی شطاری مانڈوی، گلزار ابرار، مترجم فضل احمد جیوری(لاہور: مکتبہ سلطان عالمگیر، لوئر مال، ۲۰۰۶ء)،۴۰۵۔

(۱۵) شیخ محمد اکرام، رودِ کوثر،(لاہور: فیروز سنز، ۱۹۶۸ء)، ۳۹۳۔۳۹۴۔

(۱۶) ملا عبدالباقی نہاوندی، مآثر رحیمی،۳: ۱۷۔۱۸۔

(۱۷) عبدالرحمن پرواز، اصلاحی، شاہ وجیہ الدین علوی گجراتیؒ ، احوال و آثار،۸۰۔

(۱۸) محمد غوثی شطاری مانڈوی، گلزار ابرار،۴۷۰۔

(۱۹) میر غلام علی آزاد بلگرامی، مآثر الکرام، مترجم علامہ مفتی محمد یونس رضا،(بریلی: مرکز الدرسات، ۲۰۰۸ء)، ۱۱۶۔۱۱۷۔

(۲۰) ملا عبدالباقی نہاوندی، مآثر رحیمی،۳ : ۱۷۔۱۸۔

(۲۱) محمد غوثی شطاری مانڈوی، گلزار ابرار،۴۸۰۔

(۲۲) ایضاً،۵۹۷۔

(۲۳) حکیم سید عبدالحیی، یاد ایام، تاریخ گجرات (لکھنؤ: شاہی پریس، س-ن)،۵۷۔

(۲۴) ظہور الحسن شارب، تاریخ صوفیاے گجرات،(احمد آباد: جمیل اکیڈمی،۱۹۸۱ء)

(۲۵) سید ظہیر الدین مدنی، انتخاب ولی، ولی محمد ولی(نیو دہلی: مکتبہ جامع، ۱۹۸۹ء)،۱۱۴۔

(۲۶) مولانا عبدالرحمن پرواز اصلاحی،شاہ وجیہ الدین علوی گجراتیؒ، احوال و آثار،۶۹۔

(۲۷) نور الدین محمد جہانگیر، تزک جہانگیری، مترجم مولوی سید احمد علی رام پوری، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشن، ۱۹۶۷ء)،۲۷۷۔

(۲۸) عبدالرحمن پرواز اصلاحی، شاہ وجیہ الدین علوی گجراتیؒ، احوال و آثار، ۷۷۔

(۲۹) ملا عبدالقادر بدایونی، منتخب التواریخ،۲۹۲۔

(۳۰) عبدالرحمن پرواز اصلاحی، شاہ وجیہ الدین علوی گجراتیؒ، احوال و آثار، ۱۲۱۔

(۳۱) ایضاً،۱۲۲۔ (۳۲) ایضاً،۱۲۴۔ (۳۳) ایضاً، ۱۲۵۔

(۳۴) ایضاً، ۱۲۷۔ (۳۵) ایضاً،۱۲۸۔ (۳۶) ایضاً،۱۳۱۔۱۳۲۔

(۳۷) ایضاً،۱۴۱۔ (۳۸) ایضاً،۱۴۲۔ (۳۹) ایضاً،۱۴۳۔

(۴۰) ایضاً،۱۴۳۔ (۴۱) ایضاً،۱۴۷۔ (۴۲) ایضاً،۱۴۵۔

(۴۳) ایضاً،۱۴۵۔ (۴۴) ایضاً،۱۴۶۔ (۴۵) ایضاً،۱۵۲۔

(۴۶) ایضاً،۱۷۳۔

BIBLIOGRAPHY

- Abdur Rehman Parwaz Islahi, *Shah Vajih Al-Dīn Alvī Gujrātī: Ahvāl-o Āsār*, (Mumbai: Anjuman-e Islam Urdu Research Institute, 2015)
- Hasan Anusheh, *Dānishnāma-e Adab-e Fārsī*, (Tehran: Wizarat-e Farhang-o Irsah-e Islam 1380S)
- Khawaja Ghulam al-Din Ahmad Bakhshi, *Tabaqāt-i Akbarī,* (Bangal: Matboa Aisisa Society)
- Mir Ghulam Ali Azad Balgarami, *Muāasir al-Kirām*, (trans.) Allama Mufti Muhammad Younas Raza, (Barayli: Markaz al-Dirasat, 2008)
- Muhammad Hasan Ghosi Shattari Maoundvi, *Gūlzār-e Abrār*, (trans.) Fazal Ahmad Jewi, (Lahore: Maktabah Sultan Aalamgir, 2006)
- Muhammad Yousaf Matala, *Mashā'akh Ahmad Abād*, (Ahmad Abad: Amreen Book Agency, 2013)
- Mullah Abdul Baqi Nahawandi, *Mua'sir Rahīmī*, (Kalkata: 1924)
- Mullah Abdul Qadir Badayuni, *Mutakhib al-Tavārīkh*, (Kanpur: Munshi Naul Kashor, 1876)
- Rehman Ali, *Tazkira-e Ulama-e Hind*, (trans.) Maulana Zain al-Din, (Haider Abad:Maktabah Qadiria, 2005)
- Syed Abu Zafar Nadavi, *Tārīkh-i Sūfiya-i Gujrāt*, (Ahmad Abad)
- Zahoor Al-Hsan Sharab, *Tārīkh-i Sūfiya-i Gujrāt*, (Ahmad Abad: Jameel Acadamy, 1981)

❖❖❖